خطبہ جمعہ

اگر اللہ تعالیٰ کی غفوریت اور رحیمیت سے استفادہ نہ کیاجائے تو پھر یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت اور دردناک ہوتا ہے

جو لوگ سود پر روپیہ لیتے ہیں اور پھر جماعت سے مدد کے خواہاں ہوتے ہیں، جماعت ہرگز ان کی مدد نہیں کرسکتی

مختلف آیات قرآنیہ کے حوالہ سے صفت رحیمیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۵/ مئی ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۵/ ہجرت ۱۳۸۰ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

صفت رحیمیت کا ذکر چل رہا ہے۔ اب میں چند آیات آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور اس سے متعلقہ مسائل بھی ﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ. وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾۔ (سورة یونس:۱۰۸) اور اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو کوئی نہیں جو اسے دور کرنے والا ہو مگر وہی۔ یعنی اللہ کی طرف سے جو ضرر پہنچے، بالارادہ کسی کو ضرر پہنچے تو خدا کے سوا اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے بھیجے ہوئے ضرر کو دور کر سکتا ہے اس میں ایک امید کی کرن ہے سب کے لئے۔ اور جب خیر کا فیصلہ کر لے کہ کسی کو بھلائی پہنچے ﴿فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ تو اس کے فضل کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ناممکن ہے، وہ خیر اسے ضرور پہنچے گی۔ اب یہاں اِلّا کوئی نہیں ہے یعنی اللہ خود بھی نہیں ٹالتا اور نہ کسی کو ٹالنے دے سکتا ہے۔ ﴿یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ وہ پہنچاتا ہے اس کے ان بندوں میں سے جن کو وہ چاہے۔ ﴿وَهُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ اور وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب ﴿لَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ کے تعلق میں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ لوگ جو گناہوں میں ملوث ہو کے مایوس ہو جاتے ہیں ان کے متعلق بھی اللہ کا یہی حکم ہے کہ وہ مایوس کسی صورت میں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بھی ہے اور بہت رحم فرمانے والا بھی ہے۔

ایک سورة الحجر کی آیت ہے ﴿نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ میرے بندوں کو خبر دے دے کہ مَیں بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہوں۔ ﴿وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَالْعَذَابُ الْاَلِیْمُ﴾ (سورة الحجر:۵۰۔۵۱) لیکن اس کے باوجود میرے عذاب کے متعلق خوف کرو کہ وہ بہت ہی دردناک عذاب ہوتا ہے۔ باوجود کا ترجمہ اس لئے کیا ہے کہ مَیں غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ ہوتے ہوئے بھی جب عذاب دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ میری غفوریت سے استفادہ کیا گیا اور نہ میری رحیمیت سے۔ ﴿وَاَنَّ عَذَابِیْ﴾ تو باوجود اس بات کے میرے عذاب کی طرف بھی دھیان دیں کہ وہ بہت ہی دردناک عذاب ہے۔

پھر سورة النحل کی آیات نمبر ۶ تا ۸ ہیں ﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ. وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ. وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ. اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ اور مویشیوں کو بھی اسی نے پیدا کیا تمہارے لئے ان میں گرمی حاصل کرنے کے سامان ہیں، اور یہ گزشتہ زمانہ کی بات نہیں آج تک کھالوں کے ذریعہ، ان کے بالوں کے ذریعہ، اون کے ذریعہ ہم گرمی حاصل کرتے ہیں اور سخت سے سخت سردی میں بھی جانوروں کی وجہ سے ہم گرمی حاصل کرتے ہیں۔ بعض دفعہ جانوروں کے چمڑے کی جیکٹس پہنی ہوتی ہیں جو بہت گرم ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا خیال رکھا ہے اور یہ بات اس کی رحمانیت کی مظہر ہے۔ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے۔ جب تم انہیں شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب تم انہیں (صبح) چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتے ہو، اب جنہوں نے یہ مناظر دیکھے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بہت ہی دلکش مناظر ہیں صبح کی سیر پہ نکلیں خصوصاً پہاڑی علاقوں میں تو بہت ہی خوش منظر ہوتا ہے۔ گائیں بھینسیں وغیرہ چر رہی ہوتی ہیں اور دل کو بہت لبھاتا ہے وہ منظر۔ اور وہ تمہارے بوجھ اٹھائے ہوئے ایسی بستی کی طرف چلتے ہیں جس تک تم جانوں کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ بہت شدید مشکل رستوں پر جہاں مشینری بھی نہیں چل سکتی وہاں خچروں کے اوپر بوجھ لاد کر لے جاتے ہیں اور تنگ رستوں پر بھی اور سخت پہاڑی کٹھن رستوں پر بھی وہ خچر وہ بوجھ اٹھائے لئے پھرتے ہیں۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہیں۔ اگر کسی کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں کہ جہاں تک انسان پہنچ ہی نہیں سکتا بغیر کسی مشقت میں پڑے، ان پہ بھی تمہاری بار برداری کا کام تمہارے جانور کرتے ہیں۔

یاد رکھو 'تیرا ربّ بہت ہی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے'۔ یہاں رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ فرمایا ہے، بہت ہی مہربان ہے۔ یہ جو نقشہ کھینچا گیا ہے یہ تو بہت ہی خوبصورت نقشہ ہے، دلکشی کے لحاظ سے بھی اور ضرورت کے لحاظ سے بھی اور ایسا خوبصورت نقشہ ہے کہ جانوروں سے جتنے بھی فوائد انسان کو پہنچ سکتے تھے یا آئندہ پہنچتے رہیں گے ان سب کا ذکر ہے۔ تو یہاں غفور کی بجائے مہربان فرمایا ہے۔ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بہت ہی زیادہ شفقت کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی ایک تحریر ہے جو انہی آیات کے تعلق میں ایک لمبی تحریر ہے جو مناظرہ آتھم میں آپ نے پیش فرمائی ہے۔ وقت کے لحاظ سے ساری تحریر پڑھنا اس وقت ذرا مشکل ہوگا اور دوسرے یہ تحریر ایسی ہے کہ اس کی ہر جگہ تشریح کرنی پڑے گی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ بحث یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے کہ رحیم ہے۔ وہ جو عیسائی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے یعنی عدل کرتا ہے اور اسے عدل کے نتیجہ میں معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ ایک نہایت جھوٹا اور بودا عقیدہ ہے صرف حضرت مسیح کی مسیحیت کو منوانے کے لئے انہوں نے یہ عذر تراشا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ معاف کر ہی نہیں سکتا اس لئے اپنے بیٹے پر اس نے سارے گناہوں کے بوجھ لاد دئے۔ اب بیٹے پر جو معصوم تھا اس پر بوجھ لادنا خود عدل کے خلاف ہے ایک ایسی حماقت ہے کہ عدل کی خاطر خود عدل کی گردن پر چھری پھیر دی جائے۔ تو ان کے لئے کھڑے ہونے کا کوئی پاؤں نہیں، بالکل ایک لغو عقیدہ بنا رکھا ہے اور سب سے معصوم آدمی پر سب کے بوجھ لادنا تو ایسا ناممکن ہے کہ ہو ہی نہیں سکتا اور بہت بڑا ظلم ہوگا۔

آج کل دیکھیں کتنے کتنے مظالم ہوتے ہیں۔ بعض جابر ہیں جو پوری قوم، لاکھوں پر ظلم کرتے ہیں اور بعض چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں پر ظلم کرتے ہیں اور ہر ملک میں یہ ہو رہا ہے۔ انگلستان میں بھی، امریکہ میں بھی اور مشرقی ممالک میں تو بڑی کثرت سے ہو رہا ہے تو یہ جو ظلم کرتے ہیں یہ سارے بوجھ عیسیٰ علیہ السلام پر ہی لاد دئے جائیں گے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِن ذٰلِكَ۔ اور ان سب کو نجات مل جائے گی؟ انتہائی لغو اور احمقانہ عقیدہ ہے جس کے اندر جیسے کہتے ہیں اس کا کوئی پاؤں بھی نہیں کھڑا ہونے کے لئے۔

ایک سورة النحل کی آیت ۱۹ ہے ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا . اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ

رَّحِیْم﴾ کہ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے کی کوشش کرو تو گن تو نہیں سکو گے، بے شمار نعمتیں ہیں جو انسان کو عطا ہوئی ہیں اور بسا اوقات ان کی طرف خیال بھی نہیں جاتا سوائے اس کے کہ کوئی ایک نعمت وقتی طور پر چھین لی جائے۔ اگر انسان دیکھے کہ وہ کس طرح بنا ہوا ہے تو روزمرہ اس کو سوچنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ لیکن اگر ایک صرف گردہ ناکام ہو جائے تو دیکھو کیسی کیسی مصیبتیں پڑتی ہیں۔ گردہ تبدیل کرنا پڑتا ہے اس کے لئے بہت بڑی مصیبت پڑتی ہے اور یہی حال دوسری بیماریوں کا ہے۔ تو جب تک بیماری نہ پڑے اس وقت تک نعمتوں کی قدر ہی کوئی نہیں ہوتی۔

پس ایک انسان اپنی ذات کے اندر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اگر ان کو گننے کی کوشش کرے تو گن تو نہیں سکتا، بے انتہا اللہ کی رحمتیں ہیں۔ میٹھا کس طرح انسان ہضم کرتا ہے کس طرح اس کے لئے خدا تعالیٰ نے نظام مقرر فرمایا ہوا ہے اور کس طرح ہر زیادتی کے مقابل پر ایک کُشن رکھ دیا ہے کہ ایک زیادتی کرو، پھر زیادتی کرو، پھر زیادتی کرو، پھر معاف ہوتے چلے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ گناہوں کے ساتھ بھی تو یہی سلوک کرتا ہے کہ بار بار گناہ انسان کرتا ہے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا رحم نازل ہوتا ہے تو نتیجہ اس کا یہی نکلا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْم﴾ اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب سورۃ النحل کی آیات ۴۶ تا ۴۸ ہیں ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ. اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ. اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ. فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾۔ یہاں بھی رءوف کی صفت کو رحیم کے ساتھ جوڑا ہے۔ ان آیات کا سادہ ترجمہ یہ ہے: کیا وہ لوگ جنہوں نے بری تدبیریں کیں امن میں ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے۔ اب زمین میں دھنسایا جانا کسی وقت کسی زلزلہ کے نتیجہ میں ہو سکتا ہے اور بڑی بڑی قومیں پہلے اسی طرح زمین میں دھنسا دی گئی تھیں۔ یا ان کے پاس عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ گمان تک نہیں کرتے ہوں۔ تو عذاب بھی اچانک آجاتا ہے جس کا انسان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اب چلتے پھرتے اچانک سڑک پر پاؤں پڑا اور کسی کار نے کچل دیا۔ اب یہ چلنے سے پہلے گھر سے کسی کو گمان تو نہیں ہو سکتا۔ اگر وہم بھی ہوتا کہ ایسا ممکن ہے تو وہ گھر سے ہی نہ نکلتا۔ تو اچانک عذاب آجاتا ہے اور اس کی اتنی قسمیں ہیں کہ وہ جس طرح اللہ کی نعمتوں کو نہیں گن سکتے عذاب کے اچانک آنے کہ کیسے کیسے آئے گا، یہ بھی نہیں گنا جا سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عذاب آجائے جہاں سے وہ گمان تک نہ کرتے ہوں یا انہیں ان کے چلنے پھرنے کی حالت میں آپکڑے۔ عام طور پر چلتے پھرتے ہی اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے، وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کسی کو کیا ہونے والا ہے۔ تو وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کے مقاصد کو وہ عاجز نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پکڑنے کے رستے بہت زیادہ ہیں اور تمہیں بہت کم طاقت نصیب ہوئی ہے کہ خدا کی راہوں کو تم عجز میں تبدیل کر دو اور خدا جو فیصلے کرے ان کو عاجز کر دو۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ایک اور بھی ترکیب ہے پکڑنے کی، یا انہیں تدریجاً گھٹانے کے ذریعہ پکڑ لے۔ بڑی بڑی قومیں دنیا میں ایسی گزری ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ مٹتے مٹتے مٹ گئیں اور ان کا نام و نشان بھی یا مٹ چکا ہے یا بالکل ایسا ہے کہ عبرت کا نشان بن گیا ہے۔ اب آسٹریلیا کے ابریجنیز (Aborigenes) دیکھیں کسی زمانہ میں سارے آسٹریلیا پر وہ قابض تھے، سارے آسٹریلیا کے بادشاہ تھے اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ گھٹتے گھٹتے کم ہوتے ہوتے کم ہوتے چلے گئے اور ان کا کوئی بھی نام و نشان اگر باقی ہے تو محض عبرت کے لئے۔ اسی طرح امریکہ میں ریڈ انڈینز (Red Indians) ہیں اور بہت سی ایسی قومیں ہونگی جو رفتہ رفتہ، تدریجاً پکڑے گئے۔ یہ روماز (Romas) جو ہیں یہ بھی اللہ بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے کیا ناشکری کی تھی اور کیا شرک کیا تھا جس کے نتیجہ میں اب ساری دنیا میں یہ ایک عبرت کا نشان بنے پھرتے ہیں، ان کو ٹھہرنے کی بھی کوئی جگہ نہیں۔ تو رفتہ رفتہ گھٹاتے گھٹاتے خدا ان کو پکڑ لیتا ہے جیسے چاند گھٹتے گھٹتے نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو بڑی بڑی قومیں ہیں اگر اللہ ان کو پکڑے تو ان کو تدریج سے پکڑتا ہے، اچانک نہیں پکڑتا۔ تو پکڑنے کے جتنے ذرائع ہیں وہ سارے ان آیات میں بیان فرما دئے ہیں لیکن ساتھ ہی متنبہ فرما دیا ہے کہ تمہارا رب بہت ہی مہربان ہے اور بار بار رحیم ہے۔ اگر اللہ نے تمہارے ہر گناہ پر پکڑنا ہوتا تو تمہارا کچھ بھی نشان باقی نہ رہتا۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگوں کو تمہارے گناہوں کی وجہ سے پکڑنا ہوتا تو جو چلنے پھرنے والے چوپائے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا۔ اگر چوپایوں کو ہلاک کر دیا جائے تو جس طرح انسان کی خاطر چوپاؤں کی زندگیاں قربان کی جاتی ہیں وہ انسان بھی ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا۔

پھر سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۱ میں ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ فتنہ میں مبتلا کئے گئے، پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اب ہجرت تو آج کل بھی ہو رہی ہے لیکن کچھ ایسے ہیں جو واقعۃً مجبور ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مجبوری کے کاغذات تیار کرتے ہیں۔ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے وہ اللہ کو تو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ کسی کی ہجرت مال کے لئے ہے، کسی کی عورت کے لئے، کئی لوگ کہتے ہیں، ہمیں ہجرت کے لئے خط لکھتے ہیں کہ ہمیں ہجرت کروادیں، وہاں بچے کی شادی کروادیں۔ یہ بھی کوئی ہجرت ہے۔ مگر اللہ کو سب ہجرتوں کا علم ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اصل مہاجر وہ ہے جس کو ایک دفعہ فتنہ میں مبتلا کیا گیا ہو۔

فتنہ سے مراد ارتداد کا فتنہ ہے اور بعض دفعہ مجبوراً انسان ارتداد اختیار کر لیتا ہے جبکہ دل اس ارتداد پر مطمئن نہیں ہوتا اور زبان سے ایسی سخت تکلیف اس کو دی جاتی ہے کہ زبان سے کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ ہجرت کرتا ہے ﴿ثُمَّ جٰهَدُوْا﴾ پھر وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے تو ﴿اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ یقیناً تیرا رب ان باتوں کے بعد بہت ہی مغفرت کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں نور القرآن صفحہ ۲۳ میں:

"ایسے لوگ جو فوق الطاقت دکھ کی حالت میں اپنے اسلام کا اخفاء کریں"۔ اب جیسا کہ آپ جانتے ہیں پاکستان میں بعض لوگوں کو فوق العادت دکھ دیا جاتا ہے، اکثر تو اس کو برداشت کر جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ اس نے احمدیوں کو اس قدر حوصلہ اور صبر کی توفیق بخشی ہے لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو دم ہار دیتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایسے لوگ جو فوق الطاقت دکھ کی حالت میں" ان کی طاقت سے بڑھ کر نا ممکن ہے ان کے لئے اس کو صبر سے برداشت کرنا "اپنے اسلام کا اخفاء کریں ان کا اس شرط سے گناہ بخشا جائے گا کہ دُکھ اٹھانے کے بعد پھر ہجرت کریں"۔ پھر اگر ہجرت کی توفیق ہے تو پھر ضرور ہجرت کریں یہ سچی ہجرت ہے۔ "یعنی ایسی عادت سے یا ایسے ملک سے نکل جائیں جہاں دین پر زبردستی ہوتی ہے۔ پھر خدا کی راہ میں بہت ہی کوشش کریں اور تکلیفوں پر صبر کریں۔ ان سب باتوں کے بعد خدا اُن کا گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔"

اب سورۃ النحل ہی کی آیت نمبر ۱۱۶ ہے ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ. فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ کہ یقیناً ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُم﴾ اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ کھانا حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ یہ خلاصہ آگیا ہے تمام حلال و حرام کا۔ ہاں جو سخت مجبور ہو جائے، نہ رغبت رکھنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اب اس میں دیکھو اللہ تعالیٰ نے سور کے گوشت کو بھی ایسے موقع پر حلال کر دیا ہے۔ ﴿غَیْرَ بَاغٍ﴾ خواہش ذرا بھی نہ ہو اور مزہ میں اچھا بھی لگے تب بھی جان بچ جائے تو اس سے ہاتھ کھینچ لے اور ہرگز اس میں کوئی عدوان نہ کرے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایک چیز ایسی حرام کی ہے جو ہر

صورت میں حرام ہے۔اس میں یہ عذر نہیں کہ مَیں بھوکا تھاوہ ہے سود۔اگر سود کوئی کھاتا ہے تو اس کے جواز کا کوئی فتویٰ کہیں نہیں ہے۔وہ ہر صورت میں حرام ہے۔

اسی ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سورۃ کی لطیف تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیکھو سود کا کس قدر سنگین گناہ ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں سور کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ یعنی جو شخص باغی نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ غفور رحیم ہے۔ مگر سود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالت اضطرار جائز ہے بلکہ اس کے لئے تو ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾'' کہ اگر تم نے سود دیا ہوا ہے کسی کو، سود پر روپیہ دیا ہوا ہے تو ہرگز اس کو استعمال نہیں کرنا۔ جو کچھ پہلے کر بیٹھے وہ گناہ تو معاف ہو گئے لیکن آئندہ بھوک کا عذر رکھ کے بقیہ سود کی رقم نہیں کھانی اور اس کی جزا اتنی بڑی سخت ہے ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ اگر تم ایسا نہیں کرو گے، باز نہیں آؤ گے تو تمہارے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اور اس رسول کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اب یہ عجیب حکمت ہے کہ فی زمانہ جتنی بڑی بڑی جنگیں ہوئی ہیں یہ سود ہی کے نتیجہ میں ہوئی ہیں، سودی نظام کے نتیجہ میں ایک ایسا بحران پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں پھر لڑائیاں شروع ہوتی ہیں اور لڑائیاں بھی سود ہی پر چلتی ہیں ورنہ لڑائیاں جاری نہیں رہ سکتیں ۔ بڑی بڑی امیر قومیں بھی مجبوراً سود لے کر لڑائیوں کو آگے بڑھاتی ہیں۔ تو یہ جو پیش گوئی ہے کہ یہ حرف بہ حرف پوری ہوئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ سود کی رقم کسی صورت میں نہیں کھانی چاہئے یعنی جو روپیہ تم نے دیا ہے اس پر اگر کوئی رقم آتی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے وہ اشاعت دین میں خرچ کر دو مگر اپنے نفس پر اس کو کلیۃً حرام سمجھو۔

ساتھ ہی ایک عجیب لطیف نکتہ بھی بیان فرمادیا کہ ''مسلمان اگر ابتلاء میں ہیں تو یہ ان کی اپنی ہی بد عملیوں کا نتیجہ ہے۔ ہندو اگر یہ گناہ کرتے ہیں تو مالدار ہو جاتے ہیں''۔ یعنی مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ سود کھا کر مالدار نہیں بن سکتے ان کو شدید نقصان پہنچے گا ۔ ہاں ہندو ہیں وہ گناہ کرنے کے باوجود پیسے کما جاتے ہیں مگر اس لئے کہ ہندوؤں کو تو اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانوں کو سبق سکھانا چاہتا ہے۔ فرماتے ہیں: ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی گھاٹا کھاتے ہیں اور آخرت میں بھی گھاٹا کھاتے ہیں۔

اب میرے پاس بھی بہت سی درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ ہم قرضوں کے نیچے دب گئے، برا حال ہو گیا، سب کچھ جاتا رہا اور اب قید ہے یا اولاد کا بھوکا مرنا ہے۔ کیوں ایسا ہوا؟ کہ ہم نے سود پر رقم لی تھی۔ ان جگہوں میں مَیں نے اعلان کروادیا ہے مَیں نے کہا جن سے اللہ جنگ کرتا ہے ان کی مدد مَیں نہیں کر سکتا۔ ویسے قرض ہوں، بے سودی قرض ہوں، مصیبتیں ہوں، چٹیاں ہوں انشاء اللہ جماعت ضرور ان میں مدد کرے گی، جتنی بھی توفیق ہو۔ لیکن اگر سود کا روپیہ تم نے لیا ہوا ہے اس پر جماعت کسی قسم کی بھی مدد نہیں کرے گی۔ ہندوستان میں خصوصاً ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور مَیں نے بارہا انہیں سمجھایا ہے کہ اپنے اخباروں میں اور اعلانات کے ذریعہ سب پر یہ کھول دیں کہ اگر سود پہ روپیہ لیا تو ہم ہرگز کسی قسم کی مدد کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

پھر فرمایا سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۰۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا. اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کے لئے جنہوں نے لاعلمی میں برے اعمال کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کی۔ اب توبہ کرنے کا موقع اس وقت تک ہے جب تک کوئی پکڑا نہ جائے۔ اگر عادی چور بھی ہو اور اس کی پرانی گواہی ہو کہ چور تھا اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ کیونکہ چوری کی حالت میں پکڑا جائے تو پھر وہ ہے وقت کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں، اس کو سزا دی جائے۔ لیکن اگر بیچ میں ایک لمبا عرصہ گزر جائے اور وہ توبہ کر چکا ہو اور اس بات کے قطعی شواہد ہوں کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے تو پھر مومنوں کی جماعت کو اس کو شرعی حد لگانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ تو گناہ بھی جہالت کے نتیجہ میں ہی پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ﴾ تو گناہ کے جو اثرات ہیں ان سے انسان کو جب جہالت ہوتی ہے تبھی وہ گناہ کرتا ہے۔ پھر توبہ بھی کر لیں ﴿وَاَصْلَحُوْٓا﴾ اور پھر اپنے آپ کی اصلاح بھی کر لیں ان کے اندر بہت سی نیکیاں پیدا ہو چکی ہوں تو پھر یاد رکھو ﴿اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کے بعد بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے

پھر فرماتا ہے سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۷ ﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ. اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾۔ اس میں غفور اور رءوف کے الف ساتھ نہیں لگے ہوئے، صرف رحیم کے الفاظ آتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ تمہارا رب ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضلوں کی تلاش کرو۔ یقیناً تمہارے حق میں بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اب سمندر میں جو کشتیاں چلتی ہیں اس میں بار بار رحم کا کیا موقع ہے۔ بات یہ ہے سمندر کی ہوائیں بدلتی رہتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ بارہا انسان ابتلا پڑتا ہے۔ اسی طرح مچھلیاں پکڑنے والے بعض دنوں میں بہت مچھلیاں شکار کر لیتے ہیں، بعض دنوں میں کوئی مچھلی بھی ہاتھ نہیں آتی۔ محنت بظاہر رائیگاں جاتی ہے۔ تو ایسے سب لوگوں کو رکھنا چاہئے کہ یہ خدا بار بار تمہیں موقع دیتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے۔ آج بُرا دن گزرا ہے تو کل اچھا دن بھی آسکتا ہے۔ پس اس بات کو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ تمہاری کوششوں ضائع ہرگز نہیں کرے گا۔ وہ ایک موقع کے بعد دوسرا موقع دیتا چلا جائیگا۔

سورۃ الحج میں آیت نمبر ۶۶ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ. وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور کشتیوں کو بھی۔ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں۔ وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ زمین پر گرے مگر اس کے حکم سے۔ یقیناً اللہ انسانوں پر بہت ہی مہربان (اور) بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب دو مناظر کھینچے گئے ہیں۔ ایک تو کشتیوں کا چلنا جو اللہ کے حکم کے ساتھ، جس طرح زمین و آسمان میں ہر چیز مسخر کی گئی ہے، کشتیاں بھی اللہ ہی کے حکم سے مسخر ہیں اور اس کے اذن سے وہ سمندروں میں چلتی ہیں۔ ﴿بِاَمْرِهٖ﴾ اس کے امر کے ساتھ، اس کے حکم یا اس کے اذن کے ساتھ ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ﴾۔ اب آسمان کا زمین پر گرنے کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا آسمانی جو بڑے بڑے ٹکڑے آسمان سے گرتے ہیں تمہیں پتہ بھی نہیں لگتا وہ Meteors کی شکل میں گرتے ہیں اور رستہ میں ہوا میں جل جاتے ہیں۔ اللہ نے تمہاری حفاظت کا انتظام فرمایا ہوا ہے۔ بیشمار بڑے بڑے ٹکڑے ہیں جو آسمان سے گرتے ہیں اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ روکے ہوئے دو طرح سے ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کو زمین سے ٹکرا کر نقصان پہنچانے کا موقع نہیں دیتا سوائے اس کے کہ اس کی اجازت سے ایسا ہو اور دوسرے یہ کہ آسمان سے جو ٹکڑے گرتے ہیں اگر سارے ہی گر جائیں تو زمین کا کوئی حشر ہی باقی نہ رہے، نام و نشان مٹ جائے لیکن وہ کوئی دائیں سے گزر جاتے ہیں کوئی بائیں سے گزر جاتے ہیں۔ سائنسدان پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں کہ اس دفعہ یہ سیارہ جو ٹوٹا ہو آرہا ہے یہ زمین سے ٹکرا جائے گا لیکن وہ کروڑوں میل کے فاصلہ سے گزر جاتا ہے۔ تو اللہ کے حکم سے ہی ایسا ہوتا ہے۔ جب تک ہماری زندگی اس زمین پر مقدر ہے اس وقت تک یہی نظام چلتا رہے گا ﴿اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ کی شرط نے بتادیا کہ اللہ کے اذن کے بغیر یہ آسمان سے گرنے والے ٹکڑے تمہیں ہلاک نہیں کر سکتے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ یہاں نیک لوگوں اور بد لوگوں میں تفریق نہیں کی گئی۔ فرمایا ہے ﴿بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ یہ آفتیں ہیں جو سب انسانوں میں مشترک ہیں اور ان مشترک آفتوں کی وجہ سے بعض دفعہ بہت بڑی بڑی تباہیاں بھی آتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ باقی انسانوں کو اکثر کو ان سے بچا لیتا ہے۔ تو فرمایا لوگوں پر اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے اور بہت ہی بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اگر مہربان نہ ہوتا تو صرف آسمان کے

ڑوں کو ہی گرنے کی اجازت دے دیتا تو کوئی نام ونشان بھی انسان کا باقی نہ رہتا۔

اب سورۃ النور کی آیت نمبر ۵ اور نمبر ۶ ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ ﻢ يَأْتُوْابِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً.وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً ﻠﺪًا﴾۔ وہ لوگ جو محصن عورتوں پر، محصنت کہتے ہیں وہ جو قلعہ بند ہوں، وہ عورتیں جن تک ﺳﺎﺋﯽ دوسرے بد انسانوں کی ممکن نہ ہو اور محصنات کہتے ہیں شادی شدہ کو بھی۔ اس کے نتیجہ ں بھی عورت کی حفاظت ہوتی ہے جو معصوم قلعہ بند اور شادی شدہ عورتوں پر اتہام لگاتے ں پھر چار گواہ نہیں پیش کر سکتے ﴿فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ ان کو اسّی کوڑے لگاؤ۔ اب جو بعض فقہاء نے مسئلہ بنا لیا ہے کہ جہاں تک کوڑوں کا تعلق ہے صرف ان کو لگیں کنواریوں پر الزام لگاتے ہیں۔ جو شادی شدہ عورتوں پر الزام لگاتے ہیں وہ رجم کئے جائیں گے یا شادی شدہ عورتیں اگر گناہ کریں گے تو رجم کی جائیں گی اور کنواریاں ہونگی تو ان کو ڑے لگیں گے۔ یہ ایک فرضی بات ہے جس کو یہ آیت جھٹلا رہی ہے۔ شادی شدہ اور غیر نادی شدہ میں کوڑوں کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں ہے۔ ان کو اَسّی کوڑے لگاؤ اور پھر اس زا دینے کے بعد ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔ یہاں کن لوگوں کی شہادت مراد ہے ﴿الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ﴾ جو لوگ الزام لگاتے ہیں۔ جیساکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر الزام ﮔﺎﯾﺎ گیا تھا، ان کا ذکر ہو رہا ہے، ان کو کوڑے لگاؤ اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو ﴿وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں فاسق ہیں۔ اس کے باوجود ہ یہ واقعہ جو ہے افک کا بہت بڑا واقعہ تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ عْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ یہ گنہگار لوگ جو ایسی معصوم عورتوں پر تہمت لگانے والے ہیں ان واللہ تعالیٰ بخش دے گا اگر وہ توبہ کریں ﴿مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ اور پھر اپنی اصلاح بھی کریں۔ آگے اسی قسم کی مردود حرکتوں میں مبتلا نہ ہوں ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

آج کے خطبہ کے لئے جو مواد ہے اس میں اب آخری آیت یہ رکھی ہوئی ہے ﴿اِنَّ ﻟَّﺬِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ جو چاہتے ہیں ﻪ مومنوں میں فحشاء پھیل جائے اور اکثر جو بدیوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اپنے ٹولہ کو بڑھانا چاہتے ہیں اور فحشاء ایک ایسی بیماری ہے جو کثرت سے پھیلتی ہے اس لئے فحشاء کی میں نے یک اور تعریف یہ کی ہے کہ وبائی روحانی امراض کو فحشاء کہا جاتا ہے جو ایک دوسرے کو لگتی ہیں اور پھر آگے لگتی چلی جاتی ہیں تو ان بد بختوں کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے ﻪ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اب عذاب میں بھی کہیں عَظِيْمٌ آیا ہے کہیں مُهِيْنٌ آیا ہے، بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ تو دردناک عذاب سے مراد یہ ہے کہ ان کا ایسا حال تم دیکھو گے کہ ان پر گویا کہ سخت رحم بھی آئے گا کیونکہ بہت درد پیدا کرنے والا عذاب ہوگا۔ ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ اب تمہیں تو پتہ نہیں لگ سکتا کہ وہ کون لوگ ہیں مگر اللہ کو تو علم ہے اس لئے دنیا اور آخرت کا عذاب دینا یہ اللہ کا کام ہے۔ تم لاعلمی کی وجہ سے ان لوگوں کو پہچان بھی نہیں سکو گے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾۔ اب اس کے بعد کوئی جواب نہیں آیا اس کا بظاہر۔ ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ اور اللہ کا تم پر فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو پھر کیا ہوتا؟ یہ جواب حذف ہے۔ اس کا مطلب ہے پھر تم ضرور سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے، فحشاء تم میں پھیل جاتیں اور یہ وبائی امراض تمہارا کچھ بھی باقی نہ چھوڑتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اتنی بدیوں کے پھیلانے کے خطرہ کے باوجود بحیثیت انسان تم لوگوں پر رحم فرماتا ہے اور یقیناً یاد رکھو کہ اللہ بہت مہربان اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

(سورۃ النور:۲۰۔۲۱)

اب بدیاں تو اتنی سخت بیان فرمائی ہیں کہ لگتا ہے کہ اس سے مہربانی کا سلوک ہو ہی نہیں سکتا مگر مہربانی کا سلوک باقی بندوں پر ہوتا ہے اور اتنی وبائیں جو پھیلتی ہیں اس سے بد تو مارے ہی جاتے ہیں جو وباؤں کا شکار ہو جائیں اور بہت سے لوگ جو ان وباؤں کی زد سے باہر ہوتے ہیں تو یہاں رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر اللہ بہت مہربان ہے جن کو یہ بدیاں پہنچتی ہی نہیں ان تک رسائی ہی نہیں ہوئی اور بار بار ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد ابھی حضور ایدہ اللہ کا سلسلۂ کلام جاری تھا کہ لوگ یہ خیال کر کے کہ خطبہ ختم ہو گیا ہے نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

جب تک میں ختم نہ کروں بیٹھے رہا کریں۔ نیز فرمایا یہ جو آخری تلاوت ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ اس کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے یہی علم تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ تلاوت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے یہ ایزادی ہے اور بعض لوگ مجھ سے اختلاف کرتے تھے کہ نہیں یہ رسول اللہ ﷺ ہی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اب میں خطبات نور کا مطالعہ کر رہا تھا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہی بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ جو ٹکڑا ہے یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ صاحب نے داخل فرمایا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا کہ یہ نیکی ان کے نام لکھی جائے اور یہ ان کی سنت خیر ہے جو آگے ہمیشہ کے لئے جاری ہو گئی۔ اس لئے اب یہ سارے لوگ دنیا میں سب ہی خطبہ ثانیہ میں یہ بھی پڑھتے ہیں۔ تو یہ بتانے کے لئے میں نے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے روکا ہے۔ اب نماز کے لئے تیاری کریں اور کھڑے ہو جائیں بے شک۔